بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیامیں دنیامیں مرضی سے آیاہوں؟(ایک دلچسپ افسانہ)

از پروفیسر محمد عقیل

بارش تھی کہ رکنے کانام نہیں لے رہی تھی۔ انور اپنے ٹین کی چھت والے مکان میں دبکا بیٹھا تھا۔ اسکی گود میں چھ ماہ بچہ اور برابر میں بخار میں تپتی ہوئی اس کی بیوی صفیہ۔

"بارش کب بند ہوگی؟'

صفیہ نے کراہتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"مجھے نہیں پتا، پر میں باہر جاکر دیکھتاہوں"۔

یہ کہہ کر انور باہر نکلاتو چار سو اندھیرا تھا۔ نیچے گھٹنوں کے برابر پانی تھااور اوپر آسمان بادلوں سے پٹا پڑا تھا۔ بارش کی رم جھم دوبارہ موسلادھار بادوباراں کی شکل اختیار کرچکی تھی۔ چونکہ اسکا مکان قصبے کے نشیبی علاقے میں واقع تھالہٰذا اس بات قوی امکان تھا کہ مکان میں پانی کی سطح بلند ہوجائے۔ مکان کے اندر بھی پانی کی سطح ٹخنوں تک پہنچ چکی تھی۔ اس صورت حال کو دیکھ کر وہ تشویش ناک انداز میں خود سے بات کرنے لگا۔

" اگر ٹین کی بوسیدہ چھت بارش کاپانی روکنے میں مدد نہ کی تو آج بچنا مشکل ہے۔ اردگرد کوئی مدد کو نہیں ہے کیونکہ سب ہی بستی والے اس مصیبت میں گرفتار ہیں۔ البتہ آدھے کلومیٹر دور وڈیرہ سچل سائیں کی کوٹھی ہے وہاں شاید کچھ مدد مل جائے۔ کچھ نہیں تو سچل سائیں اپنے دالان کی چھت تلے ہی یہ اماوس کی رات گذارنے دیں"۔

یہ سوچ کر اس نے بچے کو صفیہ کے برابر لٹایااور کمر کس کے سیلابی پانی میں اترنے کی ٹھانی۔ جونہی اس نے قدم رکھاتو پانی کے ایک ریلے نے اسے گویا گراہی دیا۔ بدقت تمام وہ کھڑاہوااور توازن بحال کیا۔ پانی کی طاقت بہت زوردار تھی لیکن وہ سیلابی ریلے سے لڑتاہوا کوٹھی تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔

اس نے دیوہیکل دروازے پر نظر ڈالی اور مکینوں کی سکون کو حسرت کی نگاہ سے دیکھا۔

"دروازہ کھولو!"۔

اس نے دروازہ پیٹا لیکن اندر سے جواب ندارد۔ متعدد بار کوشش کے بعد آنکھیں ملتا ہوا ایک ملازم باہر آیا اور اس سے درشت لہجے میں مخاطب ہوا۔

"کون ہو؟، کیا چاہئے؟"

بھائی میرا بچہ اور بیوی مکان میں بیمار ہیں اگر وڈیرا سچل سائیں آج کی رات چھت تلے گذارنے دیں تو بڑی مہربانی ہو گی"۔ انور نے لجاجت سے کہا۔

ملازم نے انور کے بھیگے ہوئے سراپے پر نظر ڈالی اور اسے اندر لے گیا۔ بدقت تمام وہ وڈیرے کو نیند سے بیدار کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ وڈیرا باہر آیا اور تلخی سے بولا۔

"کیا ہوا بھئی؟ کیوں رات میں پریشان کرتے پھر رہے ہو؟"

انور نے اسے اپنی بپتا سنانی شروع کی۔ وہ آنسوؤں سے اپنی داستان غم رقم کر رہا تھا اور وڈیرہ اسے بیزاری سے دیکھ رہا تھا۔ جب وہ چپ ہوا تو وڈیرہ بولا۔

" دیکھ! مجھے تیرے بچے اور بیوی سے کوئی لینا دینا نہیں۔ پر اگر تو خود رکنا چاہے تو رک جا"۔ وڈیرا اسکی آنکھوں میں دیکھ کر اس کے فیصلے کا اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا۔

انور اتنا خود غرض تو نہ تھا، اسکے مذہبی اور تعلیمی پس منظر نے ہمیشہ خود غرضی سے بچنے کی تلقین کی تھی چنانچہ اس نازک موقع پر وہ اپنے بچے اور بیوی کو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ کافی دیر کی حیل و حجت کے بعد وڈیرے نے نوکر کو حکم دیا کہ اسے دھکے دے کر باہر نکال دے۔

انور دوبارہ اسی منجھدھار میں پھنس گیا جس سے نجات کے لئے وہ نکلا تھا۔ اوپر آسمانی طوفان تھا تو نیچے پانی کا ریلا امیدیں ڈبو رہا تھا۔ وہ اس بے سرو سامانی کے عالم میں اپنے رب سے شکایت کرنے لگا۔

"اے اللہ یہ کیسا انصاف ہے؟ کیا تو نے غریبوں کو یونہی بارش میں بہنے، بھوک سے تڑپنے اور بیماری میں مرنے کے لئے پیدا کیا ہے؟ یہ تیرا کیسا انصاف ہے کہ امیروں کے تو کتے بھی بادام پستے کھائیں اور ہمارے بچے بھوک سے مریں۔ امیر پکے مکانوں میں سکون سے سوئیں اور ہم تنکے کے گھروندے سمیٹتے پھریں۔ امیروں کے صفائی کے پوچے بھی ہمارے لباس سے بہتر ہوں۔ کیسا انصاف ہے یہ؟۔ تو بولتا کیوں نہیں، کیا میں تیرا بندہ نہیں؟ کیا میرا بچہ تو نے پیدا

نہیں کیا؟ کی میری بیوی انسان نہیں؟ پھر یہ تقسیم کیسی؟ یہ تفریق کیوں؟ یہ مصیبتیں کیوں ہیں؟ ہم نے کونسا گناہ کیا ہے؟"

ابھی وہ یہ سب کچھ بول ہی رہا تھا کہ اچانک پانی کا ایک زوردار ریلا آیا اور اس کا توازن بگڑ گیا۔ وہ تنکے کی مانند پانی میں غوطے کھانے لگا۔ اسے محسوس ہوا کہ دم نکل رہا ہو اور اسکی روح پرواز کر رہی ہو۔ اس کے بعد اس دماغ تاریکیوں میں دوبتا چلا گیا اور اسے کچھ ہوش نہ رہا۔

جب آنکھ کھلی تو اردگرد کا ماحول اجنبی لگا۔ اردگرد زرد رنگ کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ جب آنکھیں کچھ دیکھنے کے قابل ہوئیں تو علم ہوا کہ یہ ایک جھونپڑی ہے۔ اور وہ ایک چارپائی پر لیٹا ہوا ہے۔

"بیٹا کیسی طبیعت ہے؟"

ایک شفقت سے بھرپور آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ اس نے دیکھا تو سامنے ایک باریش نورانی چہرے والے بزرگ کھڑے تھے۔ وہ ابھی اسی شش و پنج میں تھا کہ جواب دے یا سوال کرے کہ بزرگ دوبارہ مخاطب ہوئے۔

"گھبراؤ مت! میں نے تمہیں اپنی جھونپڑی کے سامنے بے ہوش پایا تو یہاں لے آیا۔ کیا ماجرا ہے؟ تم کون ہو اور اس سیلابی رات میں کہاں گھوم رہے تھے؟"

انور نے بزرگ کو غور سے دیکھا تو اسے کوئی ایسی بات نہ ملی جس کی بنا پر وہ ان کے بیان پر شبہ کرتا۔ چنانچہ اس نے پوری روداد ان کو سنادی۔ اپنی بپتا سنانے کے بعد وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

" اچھا میں اب چلتا ہوں، میری بیوی اور بچہ بے چین ہونگے"۔

اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو زور کا چکر آیا اور وہ دوبارہ چارپائی پر گر گیا۔

"بیٹا تمہارے سر سے خون کافی مقدار میں بہہ چکا ہے۔ اس نقاہت اور سیلابی رات میں باہر نکلنا تمہارے لئے ممکن نہیں۔ رات یہاں گذار لو پھر صبح کو جانے کا سوچنا۔ خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں بچا لیا"۔

بزرگ نے مشورہ دیا۔

"خدا کا شکر؟ خدا کا شکر کیوں ادا کروں اس نے ہی تو مجھے اس حال تک پہنچایا۔ اس نے ہمیں غریب بنایا، اور پھر بارش و سیلاب کی آفات بھی ہم پر مسلط کر دی۔ اگر یہ عذاب ہے تو وڈیروں، چودھریوں اور امیروں پر کیوں نہیں آتا؟ کیا ہم ہی اس کے عذاب کا نشانہ بننے کے لئے رہ گئے ہیں؟"۔

انور نے غصے سے جواب دیا۔

" نہ بیٹا نہ! خدا کو برا بھلا نہیں کہتے؟" بزرگ نے اسے سمجھایا۔

" کیوں نہیں کہہ سکتے؟ کیا ہماری مصیبتیں اور پریشانیاں ہمیں ورثے میں نہیں ملیں؟ کیا یہ غربت، کسمپرسی اور مسکینی ہمیں خدا نے عنایت نہیں کی؟ کیا اس کا ذمہ دار کوئی اور ہے؟" انور ایک ہی سانس میں سب کچھ کہہ گیا۔

بزرگ نے اسے غصے میں دیکھا تو موضوع بدلنے کے لئے کہا۔

"بیٹا! تم باتوں سے تو پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہو۔ تم کون ہو اور تمہارا پس منظر کیا ہے؟"

" میں سندھ کے ایک قصبے ڈیرو مراد کا رہنے والا ہوں۔ میں نے فلسفے میں ماسٹرز کیا ہے۔ میری تعلیم کراچی میں مکمل ہوئی ہے البتہ چند گھریلو مجبوریوں کی بنا پر اس قصبے میں آنا پڑا"۔ انور نے جواب دیا

" اب تم کیا چاہتے ہو! اگر ابھی اپنے گھر واپس جانا چاہتے ہو تو یہ ممکن نہیں بلکہ اس سے تمہاری جان کو خطرہ ہے۔ رات یہاں گذار لو"۔ بزرگ نے دوبارہ مشورہ دیا۔

انور نے سوچا کہ اس مشورے پر عمل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ چنانچہ وہ آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔ باہر بادل یونہی گرج رہے تھے۔ لالٹین کی ٹمٹماتی ہوئی پیلی روشنی اندھیرے سے دست و گریباں تھی۔ بجلی کی چمک سے جھگی کچھ لمحوں کے لئے منور ہو جاتی اور پھر وہی تاریکی۔ اس ماحول میں انور نے سونے کی کوشش کی لیکن ناکام ہو گیا۔ کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ بزرگ نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ انہیں دیکھ رہا تھا اور اس کے ذہن میں خدا سے متعلق وہی پرانے سوالات گردش کر رہے تھے۔ جب بزرگ نے سلام پھیر کر اس کی جانب دیکھا تو انور سے رہا نہ گیا اور ان کو مخاطب کر کے بولا۔

" میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ کون ہیں؟"

"میں ایک مذہبی اسکالر ہوں، میرا نام معز احمد ہے۔ میرا گھر تو شہر میں ہے لیکن یہاں جھگی میں کچھ دن سکون کے گذارنے آتا ہوں تا کہ اللہ کی قربت اور معرفت حاصل کرنے کی کوشش کر سکوں"۔ بزرگ نے جواب دیا۔

جب کافی دیر تک کوئی کچھ نہ بولا تو بزرگ دوبارہ مخاطب ہوئے۔

"تم نے اپنے رب سے شکوہ کیا تھا۔ اگر مناسب سمجھو تو مجھ سے ڈسکس کر سکتے ہو۔ "۔

انور نے موقع غنیمت جانا سوال پوچھا۔

"خدا نے ہمیں کیوں پیدا کیا؟"

"بیٹا اللہ نے ہمیں اس لئے پیدا کیا تا کہ وہ ہمیں آزمائے کہ ہم میں سے کون اچھا ہے اور کون برا۔ اچھوں کو وہ اپنے انعام اور اکرام سے نوازے اور بروں کے ساتھ سختی کا رویہ اختیار کرے"۔ بزرگ نے جواب دیا۔

"لیکن مجھ سے تو اس آزمائش سے قبل نہیں پوچھا گیا تو اس نے کیوں زبردستی اس امتحان میں ڈال دیا؟ کیا یہ ظلم نہیں کہ اتنے خطرناک آزمائش میں ڈال دیا؟" انور نے دریافت کیا

"نہ بیٹا! اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہیں تو وہ ظلم کیسے کر سکتے ہیں۔ تم سوچو کہ تم نے جتنے بھی انٹر اور بی اے کے امتحانات دیئے ہیں ان کا تم نے خود انتخاب کیا، سبجیکٹ منتخب کئے، رجسٹریشن کروائی، اور اپنی مرضی سے امتحان گاہ میں خوشی خوشی داخل ہو کر پرچے میں درج سوالات حل کئے۔ ایسا ہی ہوا تھا نا؟"۔ بزرگ نے استفسار کیا

"ہاں"۔ انور بولا

"لیکن تمہارا اختیار پرچہ شروع ہونے سے پہلے کے لوازمات کی حد تک تھا البتہ پرچے میں کیا سوالات پوچھے جائیں گے اس پر تمہارا کوئی بس نہ تھا۔" بزرگ نے اپنی بات جاری رکھی۔

"بیٹا! اگر کوئی شخص تمہیں زبردستی امتحان گاہ میں دھکیل دے اور پرچہ حل کرنے پر مجبور کرے تو وہ شخص یقینی طور پر ظالم ہے یا احمق۔ اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہیں۔ وہ کبھی اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتے۔ چنانچہ یہ ناممکن ہے کہ انہوں نے تمہیں یا مجھے اس امتحان میں زبردستی دھکیل دیا اور ہم سے ہمارا ارادہ نہ پوچھا۔ قرآن میں سورہ احزاب کی آیت نمبر ۷۲ میں بیان ہوتا ہے۔

"بے شک ہم نے امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تو انہوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے، مگر انسان نے اسے اٹھا لیا"۔

یہ امانت کیا تھی؟ یہ درحقیقت اسی آزمائش اور امتحان کی دعوت تھی۔ اللہ نے آسمانوں، زمین اور انسان کو یہ آفر کی کہ آیا وہ اس امتحان میں اترنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ انسان کے پاس آپشن تھا کہ وہ بھی زمین و آسمان کی طرح منع کر دیتا لیکن اس نے اس چیلنج کو اپنے اختیار سے قبول کر لیا"۔ بزرگ نے اپنا طویل خطاب ختم کیا

"لیکن مجھے تو یاد نہیں کہ میں نے کوئی ایسا اقرار کیا ہو، مجھ سے تو نہیں پوچھا گیا"۔ انور نے اعتراض وارد کیا

"بیٹا! یاد نہ ہونا کسی واقعے کے نہ ہونے کی دلیل نہیں۔ مثال کے طور پر ہم میں سے کسی کو بھی یہ یاد نہیں کہ ہم نے ماں کے پیٹ میں نو ماہ گذارے، کس طرح ہماری ولادت ہوئی وغیرہ۔ اس کے باوجود یہ سب واقعات ایک حقیقت ہیں"۔ بزرگ نے اعتراض رفع کرنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے دیکھا کہ انور کی آنکھوں میں شکوک وشبہات کے سائے لہرا رہے تھے۔ کچھ دیر کے لئے خاموشی طاری ہوگئی۔ بادلوں کو گڑگڑاہٹ ختم ہو چکی تھی اور لگتا تھا کہ بارش رک چکی ہے۔ رات کا آخری پہر شروع ہو چکا تھا لیکن بادلوں کی وجہ سے تاریکی اسی طرح منہ کھول کر ہر اجالے کو نگلنے کی کوشش میں مصروف تھی۔ کچھ دیر بعد انور گویا ہوا۔

"چلیں اگر مجھ سے پوچھا گیا تھا تو مجھے غربت وافلاس کا پرچہ کیوں دیا گیا؟ کیا یہ پرچہ بھی میرا انتخاب ہے؟"

بزرگ نے یہ سن کر ایک طویل آہ لی اور بولے۔

"اب مجھے تفصیل سے بتانا ہوگا کہ اللہ نے کس طرح انسان کو اس کی پیدائش سے قبل اپنی اسکیم سے آگاہ کیا اور اسے اس امتحان کے بارے میں مکمل تفصیلات بتائیں تاکہ وہ اپنی مرضی سے اس چیلنج کو قبول کر سکے۔ یہ سمجھنے کے لئے اس بیان کو غور سے سنو"۔

"یہ کائنات ایک گیند کی مانند تھی۔ پھر ایک بگ بینگ یعنی عظیم دھماکہ ہوا اور یہ گیند پھٹ کر مختلف اجزاء میں تقسیم ہوگئی (سورہ الانبیاء)۔ یہی اجزا مختلف ستارے اور سیارے بن گئے۔ خالق کائینات نے سات آسمان بنائے اور انکی الگ الگ سات زمینیں (سورہ الطلاق)۔ ساتویں آسمان کی زمین پر اس نے انسان کو بسانے کا فیصلہ کیا۔ یہ زمین ابتدا میں ایک آگ کے گولے کی مانند تھی۔ آہستہ آہستہ یہ ٹھنڈی ہونے لگی اور شدید بارشیں ہوئیں جس سے اس کا سارا حصہ

پانی میں ڈوبا معلوم ہونے لگا۔ اسی بحر میں خشکی نمودار ہوئی اور سبزہ گاہ، پھر آہستہ آہستہ چرند پرند، درخت اور کیڑے مکوڑے وجود میں آئے۔ اس کے بعد اللہ نے انسان کو تخلیق کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس سے قبل فرشتے اور جنات کو وہ پیدا کر چکا تھا۔

اللہ تعالٰی چاہتا تو زبردستی بھی انسان کو اس آزمائش میں دھکیل دیتا اور کوئی اس سے پوچھنے والا نہ ہوتا لیکن انہوں نے انسان کو انتخاب کا حق دینے کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے تمام انسانوں کی ارواح کو نکالا، ہر روح کو دیکھنے، سننے، سوچنے اور بولنے کی طاقت دی۔ گویا یہ ایک جسم کے قالب کے بغیر ایک وجود تھا جو رابطے اور شعور کے تمام لوازمات سے بھرپور تھا۔"۔

"تمام ارواح کو مستقبل کے امتحان سے آگاہ کرنے کے لئے اللہ نے اپنے فرشتوں کے ذریعے بتادیا کہ وہ انسان کو اپنی جنت کا وارث بنانا چاہتے اور ابدی بادشاہی کا تاج پہنانا چاہتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے ایک امتحان سے گذرنا ہوگا" بزرگ نے اپنا بیان جاری رکھا۔ انور دلچسپی سے انکی باتیں سن رہا تھا کیونکہ اس گفتگو میں اس کے ان گنت سوالات کا جواب پوشیدہ تھے۔

"اس کے بعد انسانوں کی ارواح کو اگلا منظر دکھایا گیا جس میں دنیا کی زندگی کا نقشہ تھا۔ یہ منظر انتہائی اہم اور فیصلہ کن تھا کیونکہ اسی میں ان ارواح کو اپنے کسی کردار اور زمانے کا انتخاب کرنا تھا۔ ان کرداروں میں امیر و غریب، بیمار و صحت مند، خوبصورت و بدشکل، ذہین و کند ذہن، مرد و عورت طاقتور و کمزور اور دیگر بنیادوں پر مشتمل آپشنز موجود تھے۔ ہر کردار کے اپنے فائدے اور نقصانات بھی بتائے گئے۔ مثال کے طور پر غریبی اختیار کرنے والوں کو جسمانی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ وہ بھوک، پیاس، افلاس اور کچے مکانوں کی زندگی گذاریں گے، انہیں بیماری، آفات اور اموات کا زیادہ سامنا کرنا پڑے گا۔ یعنی وہ صبر کے امتحان میں ہونگے۔ لیکن اس کردار کا فائدہ یہ ہوگا کہ انکی اس مشکل حالات میں کی گئی نیکی، صبر اور اچھائیوں کا اجر کئی گنا بڑھ کر ملے گا۔ نیز وہ اپنی ان مصیبتوں اور پریشانیوں کے باعث بہت کم اپنے رب کو بھلا پائیں گے"۔

"یہ تو آپ بڑی عجیب باتیں بتارہے ہیں میں تو یہ باتیں کبھی کسی مولوی سے نہیں سنیں۔ ان باتوں کی قرآن سے کیا دلیل ہے؟" ۔ انور نے سوال کیا

بزرگ اس کی جانب مسکرا کر بولے

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے اس کی دلیل دریافت کی۔ قرآن میں سورہ اعراف کی آیت نمبر ۱۷۲ اور ۱۷۳ میں مختصر طور پر عہد الست کا واقعہ بیان کیا ہے۔

"جب کہ تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسلوں کو نکالا تھا اور انہیں خود ان کے اوپر گواہ بنایا (اور ان سے پوچھا تھا) کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے جواب دیا، ہاں ہم (اس بات کے) گواہ ہیں۔(یہ ہم نے اس لئے کیا کہ) قیامت کے دن کہیں تم یہ نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس بات سے بے خبر تھے یا یہ کہنے لگو کہ شرک تو ہمارے باپ دادا پہلے ہی سے کرتے آئے تھے اور ہم تو ان کے بعد ان کی نسل میں ہوئے (اور جیسا بڑوں کو کرتے دیکھا ہم بھی ویسا ہی کرنے لگے) تو (اے اللہ ،) کیا ان غلط راہ (نکالنے) والوں کے فعل پر تو ہمیں ہلاک کر دے گا؟"

اب اگر اس آیت کو غور سے پڑھو تو علم ہو گا کہ اللہ نے جب اس اہتمام سے آدم کی پشت سے ارواح کو نکالا تو محض توحید کا اقرار نہیں کروایا بلکہ آئندہ کی زندگی کا نقشہ بھی پیش کیا ہو گا جبھی تو اللہ نے کہا کہ قیامت کے دن تم توحید کے منکر نہ ہو جانا۔ قیامت کا ذکر جب روحوں کے سامنے کیا گیا تو یہ لازم تھا کہ آزمائش کا پورا نقشہ پیش کیا جائے ورنہ مجرد قیامت کا ذکر کرنا ارواح کے لئے ناقابل فہم ہوتا۔ اسی طرح ارواح کو یہ بھی بتایا گیا کہ اگر انہوں نے شرک کیا اور عذر یہی پیش کیا کہ ان آباء اجداد بھی ایسے ہی تھے تو یہ عذر ناقابل قبول ہو گا۔ یہ ساری تفصیلات ارواح کی سمجھ میں اسی وقت آسکتی تھیں جب دنیا میں پیش آنے والی زندگی کا خاکہ پیش کیا جائے۔

اسی طرح سورہ احزاب کی آیت میں بھی یہی بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے انسان، زمین اور آسمانوں کو یہ اختیار کی امانت دی اور انسان نے اسے قبول کر لیا"۔

یہ سن کر انور نے ایک اور سوال کیا

"لیکن اس آیت میں تو مختصر طور پر یہ بات بیان کی گئی ہے۔ اس بات کی کیا دلیل ہے ہر انسان کو مختلف کردار میں سے اپنی مرضی کا کردار منتخب کرنے کا اختیار دیا گیا؟"

" یقیناًیہ بات قرآن میں بیان نہیں ہوئی ہے۔ عہد الست پر کئی احادیث بھی موجود ہیں لیکن چونکہ وہ سند کے لحاظ سے ناقابل اعتبار ہیں لحاظہ میں انہیں دلیل کے طور پر پیش نہیں کرونگا۔ البتہ میں اتنا ضرور کہونگا کہ یہ سب کچھ کامن سنس بتاتا ہے کہ جب دنیا میں ایک شخص کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ ڈاکٹری کا امتحان دے یا یا کامرس کا تو اللہ نے بھی یہ اختیار انسان کو دیا ہوگا کہ وہ اپنے ذوق کے مطابق کوئی کردار منتخب کرلے۔ البتہ یہ میری ذاتی رائے ہے۔ تمہیں اس سے اختلاف ہوسکتا ہے۔ لیکن یہ بات تو قرآن سے ثابت ہے کہ امتحان کا نقشہ بھی انسان کو دکھایا گیا اور ساتھ ہی اسے اختیار بھی دیا گیا۔ اب یہ اختیار کس حد تک تھا اس کی اصل حقیقت تو اللہ ہی جانتے ہیں"۔

بزرگ نے تفصیل بیان کی۔

"اگر میں ایک حسین و جمیل لڑکا بننا چاہتا اور اس کے ساتھ ساتھ دولت کے انبار کا بھی مطالبہ کرتا تو کیا یہ ممکن تھا اور اس انتخاب کے کیا فائدے اور نقصانات ہوتے؟" انور بولا

" یہ دیکھنے میں تو ایک خوبصورت اور پرکشش امتحان کا آپشن ہے لیکن اس کی کئی آفات تھیں۔ پہلی آفت تو یہ کہ اس میں جسمانی مشقت کی بجائے نفسیاتی پیچیدگیوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ اس امتحان میں ڈپریشن، تکبر، خدا فراموشی کا امکان تھا، ان تمام دشواریوں کے باوجود اس شکر کے امتحان میں کامیابی کا امکان تو موجود تھا لیکن کافی دشواریوں کے بعد"۔

بزرگ نے ناصحانہ انداز میں جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ میں نے اپنی مرضی سے اس غربت و افلاس کے کردار کو قبول کیا"۔

انور گویا اپنے آپ سے بولا

"لیکن اگر میں نے غربت کا انتخاب کیا تو میں ہمیشہ غریب ہی رہوں گا؟۔" انور نے اپنے خلجان کو دور کرنے کی سعی کی۔

"نہیں ایسا نہیں۔ اس امتحانی پرچے میں کچھ معاملات خدا تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت طے کر رکھے ہیں جبکہ کچھ امور انسان کے اختیار میں ہیں چنانچہ ایک غریب آدمی چاہے تو اپنی محنت کے بل بوتے پر امارت کے پرچے کا انتخاب کرسکتا ہے لیکن اس کے لئے خدا کا اذن ہونا لازم ہے"۔ بزرگ نے وضاحت کی۔

"اور اگر کسی روح اس آزمائش میں اترنے سے منع کر دیا تو اس کا کیا ہوا؟" انور نے پوچھا

"اس دستبرداری کا مطلب ہے کہ مقابلے سے پیچھے ہٹ جانا۔ چونکہ ان تمام ارواح کو دنیا میں بھیجنے کا توفیصلہ اللہ نے کرہی لیا تھا چنانچہ ایسے لوگوں کو دنیا میں تو بھیج دیا جائے گا لیکن انہیں بچپن ہی میں موت دے دی جائے گی۔ چونکہ ان لوگوں نے امتحان قبول کرنے سے انکار کر دیا چنانچہ انہیں جنت میں ایک بے شعور خدام کے طور پر داخل کر دیا جائے گا جیسے ایک روبوٹ ہوتا ہے۔ یہاں ان کا کام صرف خدمت کرنا ہو گا، لیکن یہ بھی میری ذاتی رائے ہے اور تمہیں اس سے اختلاف ہو سکتا ہے "۔

یہ جواب دینے کے بعد بزرگ نے اپنی بات جاری رکھی۔

"جب انسان کو تمام اسکیم سے آگاہ کر دیا گیا تو پھر ان سے عہد لیا گیا جو عہد الست کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں اللہ کی وحدانیت پر قائم رہنے اور اپنے واحد خدا ہی کی عبادت و اطاعت پر حلف لیا گیا اور تمام ارواح نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا۔

اس کے بعد ارواح کو دوبارہ ایک مقام پر مقید کر دیا گیا جہاں سے انہیں انکے مقررہ وقت پر دنیا میں بھیجا جانا تھا"۔ انور سوال کرنے کے لئے بے چین تھا کہ بزرگ نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روک کر کہا۔

"اب ذرا اس طویل بحث کا خلاصہ سن لو اس کے بعد کوئی سوال کرنا۔

۱۔ ہر انسان کو اس کی مرضی سے اس دنیا میں ایک مخصوص مدت کے لئے بھیجا گیا ہے۔

۲۔ خدا انسان کو نظر نہیں آتا تا کہ آزمائش ہو سکے، البتہ اس کی انفس و آفاق کا نشانیاں اس کے وجود پر دلیل ہیں۔ انسان کو بن دیکھے خدا پر ایمان لانا پڑے گا اور ساتھ ہی اسکے ان تمام احکامات کو ماننا ہو گا جو آپ کے علم میں ہوں۔

۳۔ اس آزمائشی عرصے میں عہد الست کی ملاقات کو انسان کی یادداشت سے محو کر دیا گیا ہے۔ البتہ اس کا ایک ہلکا سا تاثر انسان کی فطرت میں ہمیشہ پیوست رہتا ہے۔

۴۔ خدا کی مرضی بتانے کے لئے ہر انسان کی فطرت میں خیر و شر کا شعور رکھ دیا گیا ہے۔ جو ہر لمحے اسے بتاتا ہے کہ وہ درست راہ پر ہے یا نہیں۔

۵۔ اسی کے ساتھ ساتھ خدا کے پیغمبر وحی کے ذریعے سیدھے راستے کی نشاندہی کرتے رہتے ہیں۔

۶۔ پھر جس نے خدا کی بندگی اختیار کی اور اس کے احکامات کو مانا تو وہ کامیاب اور جس نے نفس اور شیطان کی راہ کو چنا تو ناکام۔

۷۔ کامیابی کا نتیجہ جنت ہوگی اور ناکامی کا انجام دوزخ کی ابدی زندگی۔

انور کے پاس مزید کچھ پوچھنے کے لئے نہیں تھا۔ اس ساری گفتگو کے دوران وہ بھول چکا تھا کہ اسکی بیوی اور بچہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ بارش بند ہو چکی تھی، فجر کی اذانیں ہو رہی تھیں۔ وہ اٹھا تو اسے اندازہ ہوا کہ اب خاصی توانائی آچکی ہے۔ اس نے اٹھ کر بزرگ کے ساتھ فجر ادا کی اور شکریہ ادا کرتے ہوئے واپسی کی اجازت طلب کی۔

وہ جب اپنے گھر پہنچا دیکھا کہ تمام رشتے دار گھر کے باہر جمع تھے۔ انور نے ایک آہ بھر کر اپنے بچے کی جانب دیکھا جو اس دنیا سے رخصت ہو گیا تھا۔ پھر صبر سے اپنی آہ و بکا ضبط کرنے لگا کیونکہ یہی اس کا امتحان تھا۔ پھر اس نے حسرت سے اپنے بوسیدہ مکان تو دیکھا لیکن اسے بزرگ کی بات یاد آئی کہ یہ غربت اس کا اپنا انتخاب تھی۔ وہ باہر نکلا تو تازہ ہوا کے جھونے نے اس کا استقبال کیا۔ حبس ختم ہو چکا تھا، مطلع صاف تھا اور پانی بھی اتر چکا تھا۔ اس نے آسمان کی جانب دیکھا اور مسکرا کر اپنے انتخاب کو درست ثابت کرنے کا عزم کیا۔ وہ خود کلامی کے انداز میں کہنے لگا

"بس چند آزمائش کے یہ لمحات اچھی طرح گذارنے ہیں۔ اس کے بعد خدا کی رضا، فرشتوں کی مرحبا اور ابدی آسائش، جنت کی پرسکون زندگی اور آرام۔"۔

پروفیسر محمد عقیل

http://aqilkhans.wordpress.com

aqilkhans@gmail.com